بربہاریؒ ولالکائیؒ نہیں؛مسئلہ ایک مدرسہ کے تسلسل کا ہے

تحریر: حامد کمال الدین

خدا لگتی بات کہنا علم کے واجبات میں آتا ہے۔ کسی بحث کو ہوا دینا مقصود نہیں؛ یہاں کا ہر سُنی ہماری قوت ہے۔ اپنے آپس میں 'میدان' مارنے والی جماعتیں خود کے حریفوں کے لیے مزید ارنوالہ ہوتی ہیں؛ خدا ہمیں ان میں سے نہ کرے۔ اصحابِ سنت کی شیرازہ بندی دین کے بڑے مطالب میں سے ہے۔ بس چند تنقیح طلب باتوں پر یہ کچھ معروضات ہیں۔

اعتقاد (اصولِ دین) تو بڑی شے ہے، فروع تک کی ایک معیاری standard، معتمد credible اور منسجم consistent تقریر رکھنے کے لیے آپ کو ایک "مدرسہ" ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ "مدارس" نام کی یہ ایک قدیم واصیل چیز دورِ حاضر کے 'تحقیقی' رجحانات کے ہاتھوں کسی قدر خطرے میں ہے۔ اس تازہ رجحان کے مظاہر میں سے ایک یہ ہے کہ: ایک مدرسہ کے اپنے ہی لوگوں کے یہاں اس کے معتمد رجال اور مراجع ایک اعادۂ نظر revision کے ضرورت مند ٹھہرا لیے جائیں۔[1] "فروع" فی الحال زیر بحث نہیں؛ یہاں بات "اصولِ دین" اور ان کی بنیاد پر انسانوں سے "تعامل" کی ہو رہی ہے۔

اس امت پر اللہ کا ایک بہت بڑا فضل یہ کہ "اصولِ دین" کے معاملہ میں اول تو یہاں بہت سے مدارس نہیں جو کامل تسلسل کے ساتھ پیچھے صحابہؓ تک جانے کا دعویٰ کر سکیں۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ ہو، تو اس کو ثابت کر سکنے والے کئی نہیں بلکہ ایک ہی مدرسہ ہے؛ جو بالعموم "اھل الحدیث"[2] یا "اھل الأثر" کے نام سے ذکر ہوتا آیا ہے۔ مدرسہ کی حقانیت کا اصل حوالہ چونکہ

---

1 اس باب میں کئی ایک اندیشے پیش نظر رکھنے کے ہیں۔ یہاں ایک چیز کی نشان دہی کرتے چلیں کہ: اپنے دور کے عمومی فکری رجحانات (یا پیمانوں یا سانچوں) سے مکمل بچا ہوا ہونا عقول کے لیے ایک خاصا دشوار کام اور ایک بے حد مشکل دعویٰ ہے۔ خصوصاً ایک ایسے وقت میں جب "علوم" کی امامت غیروں کے پاس چلی گئی ہو اور مسلمانوں کے یہاں "پیراڈائم" لڑکھڑانے کی نوبت آئی پڑی ہو۔ ایسے میں تو اپنے مدارس کے معلوم مقررات کے اندر "اعادۂ نظر" وغیرہ اشیاء سے اور بھی متنبہ رہا جائے گا۔

2 برصغیر کے اندر البتہ ان آخری ادوار میں اس تسمیہ (اھل الحدیث) کا نمایاں ترین حوالہ "ردِ تقلیدِ ائمہ" یا "ترکِ مذاہب" ہو گیا ہوا ہے۔ جس

اس کا یہ "تسلسل" ہے ورنہ 'کتاب وسنت سے استدلال' کا دعویٰ تو یہاں بہت سوں کو ہے... لہٰذا اس میں سب سے زیادہ قابل توجہ اور اس کی سب سے مرکزی واساسی بات – خصوصاً جدیدیت کی آندھیوں کے مقابل تو ڈیرے ڈال دینے والی بات، اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کر جانے والی شے – اس کا یہ تسلسل ہی ہے۔ اس سے چند مباحث متفرع ہوتے ہیں:

1. "استدلال" سے بننے والے مدارس اور "اثر" پر کھڑے ہوئے مدرسہ میں ایک بنیادی فرق یہ ہوگا کہ

i. "استدلالی مدارس" کے رجال وکتب (نرے استدلال وغیرہ کی بنیاد پر) پہلے ایک قول دیں گے اور پھر وہ قول ان کا موقف یا 'روایت' بنے گا۔[3]

ii. جبکہ "اثری مدرسہ" کا موقف پہلے سے اور پیچھے سے چلا آتا ہوگا؛ اس کے رجال اور کتب کی حیثیت صرف اس قدر ہوگی کہ وہ اس کو "تحریر" کر دینے اور "محفوظ" کر جانے والے ہوں گے۔ غرض اس مدرسہ کے مراجع کوئی قول ایجاد initiate کرنے والے ہیں ہی نہیں؛ ایسا کرنا اس کے ہاں بجائے خود بدعت کا پیش خیمہ ہے۔ یہ ایک مسئلہ پر "پیچھے سے چلے آتے" دستور کی بس "تدوین" ہوں گے۔ اور یہی بات دوسرے مدارس کے ساتھ اس کا مابہ الامتیاز۔ اس چیز کو سمجھ لیا جائے تو بربہاریؒ پر اٹھنے والے ایک اعتراض کی بہت کم گنجائش رہ جاتی ہے جس میں وہ اپنی [اس کتاب میں "جو" آیا ہے] اس کے [ایک بھی حرف سے] آگے پیچھے ہونے پر آدمی کو بدعتی ہونے کا انتباہ کر جاتے ہیں۔ نرا

کی وجہ سے اس (تسمیہ) کا عوامی استعمال کسی قدر پیچیدگی کا باعث ہونے لگا۔ کچھ اس وجہ سے، ہمارے یہاں یہ صرف طالبعلمانہ مباحث کے اندر مستعمل ہوتا ہے، جیسا کہ ہماری حالیہ گفتگو میں۔

[3] جو شے نرے استدلال کی بنیاد پر بنے وہ استدلال کی بنیاد پر ہمیشہ نقض بھی ہو سکتی ہے؛ اور استدلال بمقابلہ استدلال بہر حال ایک جدال ہوگا۔ یعنی ایک فائل مسلسل کھلی رہنا؛ اور ہر آنے والے کا اسے نمٹانے کی کوشش کرنا... جس میں وقت کے ساتھ ساتھ معیار کا اوپر نیچے جانا اور زمانے کے اثرات وغیرہ پڑنا، یا اس کا احتمال رہنا...... یہ سب اپنی جگہ رہے گا، علاوہ اور بہت سے مضرات کے۔ نیز اس عمل میں حصہ لینے والے سب طوائف کا برابری کی زمین پر آنا اور کسی کا کسی سے اوپر یا نیچے نہ ہونا؛ نام نہاد "پلوریلٹی" plurality کے حق میں ہمارے یہاں سے ہاتھ آنے والا ایک نسخۂ کیمیاء! (اس باب میں، اشد ضروری ہے کہ "أصول السنة" مؤلفہ امام احمدؒ میں وارد چوتھے "اصل" <<وَتَرْكُ الْخُصُوْمَاتِ فِي الدِّيْنِ>> کا پورا پرسپیکٹو perspective جانا جائے۔ مدرسہ اہل الحدیث/ اہل الأثر کو سمجھنے میں ایک نہایت اہم وبنیادی بات)۔

استدلالی ذہن ایسی کسی 'خطرناک' عبارت پر یقیناً چونک جائے گا کہ آدمی کی اپنے کہے کے متعلق ایسی خود زعمی! لیکن اصل چیز یہ ہے کہ مدرسہ کا ایک جانا مانا ترجمان اگر ایک بات کر رہا ہے تو اسے مدرسہ ہی کے ہاں چلے آتے فارمیٹ کے اندر رکھ کر دیکھا جائے۔ کچھ اسی مضمون کی ایک تأصیلی بات ابن تیمیہؒ ایک جگہ فرماتے ہیں: [وأخذُ مذاهبِ الفقهاءِ مِن الإطلاقاتِ، مِن غير مراجعةٍ لِمَا فَسَّروا به كلامَهم وما تقتضيه أصولُهم، يَجُرُّ إلى مذاهب قبيحةٍ. "فقہاء کے مذاہب محض ان کے اطلاقات سے کشید کر لینا، بغیر اس بات کی طرف رجوع کیے کہ اس کلام متعلق ان کی اپنی کیا تفسیر ہے اور خود ان کے اصول کا اس بابت کیا اقتضاء ہے، کچھ قبیح روشوں کو جنم دیتا ہے" (الصارم المسلول صـ 280)]۔

2. بربہاریؒ اور آپؒ کی تصنیف بطور ایک کیس case ذکر آگئی ہے، تو عرض کر دوں: میرے طالبعلمانہ مطالعے کی حد تک، امام بربہاریؒ کی "شرح السنۃ" میں فرمائی گئی اس بات پر اس قدر اعتراضات کی نوبت آج اسی دور میں آئی ہے، اللہ اعلم۔ اگر یہ صحیح ہو، تو اس کی وجہ اپنے اِس دور میں تلاش کرنا شاید کہیں زیادہ متعلقہ اور فائدہ مند رہے۔ یہ درست بے شک ہے کہ زمانۂ حاضر کے کئی ایک فضلاء نے بربہاریؒ کی اس عبارت کو قابل اعتراض ٹھہرایا ہے۔ میری طالبعلمانہ یافت finding میں، البتہ سب سے صحیح اور مدرسہ کی روایات conventions کے ساتھ سب سے زیادہ ہم آہنگ بات اس بابت، شیخ صالح فوزان الفوزان نے کتاب ھٰذا پر اپنی تعلیقات "إتحاف القاري بالتعليقات على شرح السنة للإمام البربهاري" میں کی ہے، جہاں وہ — مذکورہ عبارت پر ہونے والے اعتراض کے ضمن میں — بربہاریؒ سے [فمن أقر بما في هذا الكتاب وآمن به واتخذه إماما، ولم يشك في حرف منه، ولم يجحد حرفا واحدا، فهو صاحبُ سنةٍ وجماعةٍ "پس اس کتاب میں جو آیا، جو شخص اس کو مانے، اس پر ایمان لائے، اسے اپنا رہنما بنائے، اور اس کے ایک بھی حرف میں شک نہ رکھے، اور اس کے ایک بھی حرف کا انکاری نہ ہو، تو وہ ہے صاحبِ سنت و جماعت"] کی یہ عبارت دینے کے بعد لکھتے ہیں:

[ما ذكر في هذا الكتاب هو اعتقاد أهل السنة والجماعة، فلم يقل: من لم يعتقد ما قلت؛ وإنما قال: من لم يعتقد ما في هذا الكتاب، وهو أصول مذهب أهل السنة والجماعة، فلا مأخذ عليه في

هذا الكلام كما ظنه بعض القراء، لأنه دوَّن في هذا الكتاب أصولَ سنة وجماعة"اس کتاب میں آپؒ نے جو ذکر کیا وہ ہے اھل السنۃ والجماعۃ کا اعتقاد۔ چنانچہ (مؤلف) نے یہ نہیں کہا کہ جو میں کہوں اس کا اعتقاد نہ رکھے؛ بلکہ یہ کہا کہ جو اس کتاب میں آیا اس کا اعتقاد نہ رکھے۔ اور (جو اس کتاب میں آیا) وہ ہے اصول مذہب اھل السنۃ والجماعۃ۔ لہٰذا اس عبارت میں (مؤلف) پر کوئی پکڑ نہیں بنتی، برخلاف اس کے جو (کتاب کے) بعض قاری سمجھ بیٹھے۔ اس لیے کہ اس کتاب میں (مؤلف) نے سنت وجماعت ہی کے تو اصول مدوّن کیے ہیں"۔ دیکھیے اتحاف القاري مؤلفه الفوزان ص۲۳۸۔

پھر... مذکورہ عبارت پر کچھ معاصر عرب مشائخ کی تنقید اگر درست بھی مان لی جائے... تو بربہاریؒ کی "شرح السنۃ" کو مدرسہ اھل الحدیث کے یہاں "حوالہ" کی کتب میں درج رہنے—اور اس میں وارد مقررات کے اھل الحدیث کے یہاں مسلمہ چلے آنے—کے معاملہ میں تب بھی کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ تنقید کا بیشتر تعلق کتاب میں وارد ایک نادرست تعبیر سے ہے (کہ کتاب کے "ایک بھی حرف" سے اگر کسی نے انحراف کیا تو وہ بدعتی ہوگا)۔ مصنف کا اس سے جو کوئی 'خطرناک' مقصود ہو سکتا ہے وہ شاید ہی ان مشائخ میں سے کسی کے ہاں تنقید کا موضوع بنا ہو۔ بلکہ غیر نبی کے کلام کی شرعی حیثیت legal tatus کے متعلق مصنف کا عقیدہ (بلکہ مدرسہ) پیشگی معلوم ہونے کے باعث، مصنف کا وہ "مقصود" کبھی ان مشائخ کے زیر تنقید آ ہی نہیں سکتا۔ پس تنقید جب ایک غلط تعبیر پر ہوئی نہ کہ ایک غلط مضمون پر... (یا زیادہ سے زیادہ یہ نشان دہی کر دینے کی حد تک کہ کتاب میں مذکور کچھ فقہی و جزئی باتیں—مانند نماز قصر کرنے کا مسئلہ، یا جمعہ کے بعد چھ سنتیں ادا کرنے کا مسئلہ، وغیرہ—چونکہ اہل علم کے ہاں مختلف فیہ ہیں، لہٰذا کتاب کے "ایک بھی حرف" سے نکلنے کی گنجائش نہ چھوڑنے والی مؤلف کی بات اپنے اطلاق میں درست نہیں ہو سکتی)... تو اس اتنی سی تنقید سے کتاب میں بیان ہونے والے "عقیدہ" اور "تعامل" کے مباحث کیونکر مشکوک ٹھہرائے جا سکتے ہیں؟ "عقیدہ" اور "تعامل" سے متعلقہ شرح السنۃ کے وہ مقررات تو، جو کہ کتاب کا اصل قوام ہیں، اپنی جگہ مسلمہ رہے۔

3. نوٹ: اوپر (پوائنٹ نمبر 1 میں) "پہلے سے" یا "پیچھے سے چلے آتے" سے مراد—اگر بات کسی مخصوص بدعت یا انحراف کے متعلق اس مدرسہ کے موقف کی ہو رہی ہو—یہ ہوگی کہ: جب سے اُس مخصوص بدعت یا اُس

مخصوص انحراف یا اُس مخصوص صورتحال نے امت میں جنم لیا۔ کیونکہ اس مدرسہ کا قول کسی مخصوص بدعت کی بابت اس کے پیدا ہونے سے پہلے بہرحال نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ جب سے ایک مخصوص صورتحال یا ایک مخصوص مسئلہ امت کے سامنے آیا، اس وقت سے لے کر اس مدرسہ کا اُس کے متعلق ایک سا ہی موقف چلا آیا ہے، نہ اس میں کوئی تبدیلی، نہ ارتقاء evolution (یعنی کچھ سے کچھ ہوتے چلے جانا) اور نہ اعادۂ نظر revision یا تصحیح correction...اور نہ اس بات کا انتظار کہ بعد میں آنے والوں کی تحقیق اس مسئلہ پر کیا 'ہو سکتی' ہے۔ ایک ہی ثابت و معلوم چیز جو قیامت تک کامل وثوق اور شرحِ صدر کے ساتھ اُسی ایک انداز میں روایت ہوتی اور رُوبہ عمل آتی چلی جائے گی۔ اس کی کتب و مراجع نسل تا نسل اسی کی تدوین ہوتے ہیں؛ اوران کی جانب رجوع ان "پیچھے سے چلے آتے" دساتیر کو جاننے کے لیے ہوتا ہے۔

4. "دین" کوئی ایسی ہی "معلوم" شے ہونی چاہیے جس کی بابت یہ دھڑکا نہ رہے کہ کب کسی کی تحقیق اور کھوج اس میں کیا "ثابت" کرتی ہے۔ دین گویا اس معنیٰ میں "غیر ثابت" ہوا؛ اور قیامت تک آپ اِسے "ثابت" کرتے چلے جائیں گے! جبکہ قیامت تک یہ "ثابت" کیا جاتا رہنے کے باوجود کبھی "ثابت" نہ ہو گا؛ اس زور آزمائی کی (ہماری کتب جسے "مِراء في الدين" یا "جدال في السنة" کہتی ہیں)[4] ہمیشہ گنجائش رہے گی!

---

[4]

❖ قُلْتُ لِمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ، الرَّجُلُ يَكُونُ عَالِمًا بِالسُّنَّةِ أَيُجَادِلُ عَنْهَا؟ قَالَ: لَا. وَلَكِنْ يُخْبِرُ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ قُبِلَتْ مِنْهُ وَإِلَّا سَكَتَ "میں نے (امام) مالک بن انسؒ سے عرض کی: آدمی سنت کا عالم ہو تو کیا وہ اس کے حق میں جدال کرے؟ فرمایا: نہیں۔ بلکہ وہ سنت بتادے۔ مان لی جائے تو (ٹھیک)۔ نہیں، تو خاموشی اختیار کرے"۔ (جامع بيان العلم وفضله، مؤلفه ابن عبد البر، رقم 1784)۔

واضح رہے، لفظ "سنت" کا اطلاق ائمۂ متقدمین کے یہاں سب سے بڑھ کر "عقیدہ" کے مسائل پر ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ان کی تالیفات کے عناوین سے ہی واضح ہے۔ اس پر دیکھیے ہمارے اس مضمون کا حاشیہ)۔

❖ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الْحَسَنِ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ تَعَالَ حَتَّى أُخَاصِمَكَ فِي الدِّينِ ، فَقَالَ الْحَسَنُ: «أَمَّا أَنَا فَقَدْ أَبْصَرْتُ دِينِي ، فَإِنْ كُنْتَ أَضْلَلْتَ دِينَكَ فَالْتَمِسْهُ» "ایک آدمی حسن بصریؒ کے پاس آیا اور بولا: اے ابو سعید! آیئے میں آپ کے ساتھ دین کی بحث کروں۔ حسنؒ بولے: جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں اپنے دین کا تعین کیے بیٹھا ہوں۔ تم سے اگر تمہارا دین گُم ہے، تو جاؤ اسے

(revisionism)۔ جبکہ ہمارے مدرسہ کی پوزیشن: دین نہ صرف نص بلکہ معنیٰ و مضمون کے معاملہ میں بھی قرونِ سلف سے "معلوم" چلا آتا ہے؛ اور یہ معنیٰ و مضمون بھی ہم تک پورے انتظام کے ساتھ پہنچا ہے۔ دین دراصل کچھ 'عبارات' اور 'ہدایات' نہیں جس کے ہر موڑ پر معانی کی بحثیں اور کھدائیاں جاری ہوں (جدال فی السنۃ) بلکہ یہ ایک جمی ہوئی شاہراہ (**المحجة البیضاء**) ہے جس پر بعد والوں کا صرف "چلنا" باقی ہوتا ہے؛ اور وہ بھی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں کا نہیں بلکہ بڑے بڑے کاروانوں کا۔ اس پورے مضمون کو "اثر" کا لفظ بہت خوب ادا کرتا ہے۔ یعنی پہلے دھرے ہوئے قدموں کے اوپر قدم دھرتے چلے جانا؛ قیامت تک۔

5. "اعتقاد" اور (اس کی بنیاد پر انسانوں کے ساتھ) "تعامل" کے باب میں ایک بہت بڑا ایریا area تو اس مدرسہ (اهل الأثر) کے یہاں متفق علیہ چلا آتا ہے۔ ہاں کچھ جزوی معاملات میں اس کے رجال کے ہاں ایک سے زائد

ڈھونڈتے پھرو"۔ (الإبانة الکبری، لابن بطة- رقم 586)

❖ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ، وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ: وَمَا عَلَيْكَ أَنْ أُكَلِّمَكَ. قَالَ: فَإِنْ كَلَّمْتُكَ فَرَأَيْتَ الْحَقَّ فِيمَا كَلَّمْتُكَ؟ قَالَ: تَتَّبِعُنِي؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنْ خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِي عَلَى الَّذِي فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ، فَأَقَمْتَ سَنَةً تَقُولُ بِهِ، ثُمَّ لَقِيَكَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِكَ فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَ لَكَ: أَخْطَأَ مَالِكٌ، أَتَرْجِعُ إِلَى قَوْلِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّكَ أَقَمْتَ سَنَةً بِقَوْلِهِ تَقُولُ، ثُمَّ رَجَعْتَ إِلَيَّ، فَقُلْتَ لِي: لَقِيتُ فُلَانًا فِيمَا كَلَّمْتُكَ بِهِ، فَقَالَ لِي: كَيْتَ وَكَيْتَ، فَرَأَيْتُ أَنَّ الْحَقَّ فِي قَوْلِهِ فَاتَّبَعْتُهُ، فَقُلْتُ لَكَ أَنَا: أَخْطَأَ فُلَانٌ الْأَمْرَ فِي كَذَا وَكَذَا، فَعَرَفْتَ أَنَّ قَوْلِي أَحْسَنُ مِنْ قَوْلِهِ، تَتَّبِعُنِي؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَهَكَذَا الْمُسْلِمُ مَرَّةً كَذَا ، وَمَرَّةً كَذَا" میں نے (امام) مالک بن انسؒ کو سنا، ایک آدمی آپؒ سے کہہ رہا تھا اے ابو عبداللہ کیا ہے جو میں اور آپ بات کر لیں۔ مالکؒ بولے: اچھا اگر میں تمہارے ساتھ بات کروں اور تمہیں میری بات میں حق دکھائی دے تو کیا میرے ہم خیال ہو جاؤ گے؟ وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: اچھا تو جس بات پر ہماری یہ گفتگو ختم ہوا سے لے کر تم چل دو اور سال بھر اسی کے قائل رہو، پھر تمہارے اصحاب میں سے تمہیں کوئی آدمی ملے اور تمہاری اس سے بات ہو جائے اور وہ تمہیں بتائے کہ مالک تو (یہاں یہاں) غلطی کر گیا ہے، تو کیا تم اس کی بات طرف رجوع کر لوگے؟ وہ بولا: ہاں۔ فرمایا: پھر اگر تم سال بھر اس کی بات کے قائل رہو، پھر میرے یہاں لوٹو تو مجھے کہو: جس معاملہ میں میری آپ کی بات ہوئی تھی، اس کے متعلق میں فلاں شخص سے ملا، تو وہ تو یہ اور یہ کہہ رہا تھا جس سے مجھے دکھائی دیا کہ حق اس کی بات میں ہے، سو میں اس کا ہم خیال ہو گیا ہوں۔ جس کے بعد میں تمہیں کہوں، اس شخص کی بات میں تو یہ یہ غلطی ہے، جس کے بعد تم پر کھلے کہ میری بات اس کی بات سے بہتر ہے، تو تم میرے ہم خیال ہو جاؤ گے؟ وہ بولا: ہاں۔ امام مالکؒ بولے: تو (کیا) مسلمان اسی طرح ہوتا ہے، ایک بار ادھر کو تو ایک بار اُدھر کو"! (الإبانة الکبری، لابن بطة- رقم 584)

مذہب بھی پائے جا سکتے ہیں۔ جیسے سماعِ موتی (مردوں کے سننے) کا مسئلہ، یا بعض بدعتوں کو (انہیں بدعت جاننے پر ان سب کے یہاں کامل اتفاق ہونے کے باوجود) مکفرہ یا غیر مکفرہ جاننے کا مسئلہ، وغیرہ۔ ایسے مقامات کے حوالہ سے، اکثر قدیم مؤلفین کا طریقہ بے شک یہ رہا ہے کہ وہ ان دو میں سے اسی ایک قول کو ذکر کرتے ہیں جو ان کی اپنی نظر میں صحیح تر یا ان کے اپنے شیوخ کا اختیار کردہ ہے۔ ہاں یہ بات دورِ حاضر کے ایک مطالعہ نگار کے لیے پیچیدگی کا باعث ہوسکتی ہے۔ پرانوں کے لیے البتہ یہ اس وجہ سے پریشانی کا باعث نہ تھی کہ ان کے یہاں کتاب کو استاد سے پڑھے بغیر اس سے اخذ مسائل کی رِیت نہ رہی تھی، جبکہ استاد سے "تعددِ آراء" والے ان مقامات کے متعلق مدرسہ کی پوزیشن پر تنبیہ ہو ہی جاتی تھی۔ نتیجتاً یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ (اس کتاب میں آئی ہوئی بات) "اس مدرسہ کا قول" تو بے شک ہے لیکن یہ "اس مدرسہ کا واحد قول" نہیں۔ اس کا فائدہ یہ کہ: اس کتاب پر کلی انحصار کرنے والا شخص بھی مدرسہ کے اقوال سے باہر بہر حال نہیں نکلتا۔ اور یہ بھی بہت ہے؛ اور بلاشبہ کسی وقت طالب علم کو اس درجہ پر رکھا بھی جاتا ہے۔

*****

اور اب کچھ ذکر... مبتدع کے ساتھ 'اس قدر شدت' اختیار کرنے کا۔ مسئلہ کے کئی ایک جوانب پر ہم وقتاً فوقتاً لکھتے آئے ہیں۔ یہاں تفصیل میں جائے بغیر چند نکات:

i. بدعتی کے ساتھ ایسا شدید ترین رویہ اختیار کرنے میں بربہاریؒ ولالکائیؒ نہ تو اکیلے ہیں اور نہ باقی اہل مدرسہ سے کسی بھی طور مختلف۔ ایک تو، اس سے ملتے جلتے اقوال آپ کو دیگر ائمہ و مراجع کے ہاں بھی برابر ملتے ہیں۔ دوسرا، بربہاری و لالکائی ہر دو تالیفات ــ اپنے بنیادی مضامین کے اعتبار سے ــ تمام اہل مدرسہ کے یہاں کبھی متنازعہ نہیں رہیں۔ سبھی ان کو بلا امتیاز، کتبِ عقیدہ میں ذکر کرتے ہیں۔ تیسرا، ان دونوں مؤلفین سے قطع نظر، بدعتی کے ساتھ ایسی شدید ترین سختی تک چلے جانے کا جواز یا وجوب بذات خود بھی اہل مدرسہ کے ہاں کبھی متنازعہ نہیں رہا۔ پس اس مسئلہ کو خاص ان شخصیات کے حوالہ سے خوف ناک بنانا مدرسہ کے عمومی رجحانات کے ساتھ ہم آہنگ نہیں۔

ii. ہاں اصل مسئلہ کہیں اور ہے: کیا بدعتی کے ساتھ –مدرسہ اھل الأثر کے یہاں– صرف سختی و قطع تعلقی ہے؟ یا کہیں پر بدعتی کے ساتھ سختی و قطع تعلقی اور کہیں پر بدعتی کے ساتھ مدارات (لحاظ ملاحظہ وملاطفت کا رویہ)...ہر دو، حسبِ احوال؟ اس کا جواب ہمارے اصولِ سنت سے یہ ہے کہ: کہیں پر بدعتی کے ساتھ سختی اور کہیں پر مدارات، حسبِ احوال۔

❖ وَجَوَابُ الْأَئِمَّةِ كَأَحْمَدَ وَغَيْرِهِ فِي هَذَا الْبَابِ مَبْنِيٌّ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ وَلِهَذَا كَانَ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْأَمَاكِنِ الَّتِي كَثُرَتْ فِيهَا الْبِدَعُ كَمَا كَثُرَ الْقَدَرُ فِي الْبَصْرَةِ وَالتَّنْجِيمُ بِخُرَاسَانَ وَالتَّشَيُّعُ بِالْكُوفَةِ وَبَيْنَ مَا لَيْسَ كَذَلِكَ وَيُفَرِّقُ بَيْنَ الْأَئِمَّةِ الْمُطَاعِينَ وَغَيْرِهِمْ وَإِذَا عَرَفَ مَقْصُودَ الشَّرِيعَةِ سَلَكَ فِي حُصُولِهِ أَوْصَلَ الطُّرُقِ إلَيْهِ "اس باب میں ائمہ، احمدؒ و دیگر کا جواب اسی قاعدے پر مبنی ہے۔ یہ وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کا فرق کرتے جن میں بدعات بڑھ گئی ہوئی تھیں، جیسے بصرہ میں قدریہ کی بدعت بڑھ گئی ہوئی تھی، خراسان میں نجومیت کی، کوفہ میں تشیع کی... بنسبت ان علاقوں کے جن میں ایسا نہیں تھا۔ نیز ان لوگوں کا فرق کرتے جو ائمہ اور پیشوا ہیں... بنسبت ایسے لوگوں کے جو اس (مرتبہ پر) نہیں۔ جب شریعت کا مقصود جان لیا گیا تو اس کے حصول کے لیے وہی راستہ اختیار کیا جائے گا جو اس تک سب سے زیادہ پہنچانے والا ہو"۔ (مجموع الفتاویٰ ج28ص206)

❖ عَنْ إسْحَاقَ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ؟ قَالَ: أَلْحِقْ بِهِ كُلَّ بَلِيَّةٍ. قُلْت: فَيُظْهِرُ الْعَدَاوَةَ لَهُمْ أَمْ يُدَارِيهِمْ؟ قَالَ: أَهْلُ خُرَاسَانَ لَا يَقْوَوْنَ بِهِمْ. وَهَذَا الْجَوَابُ مِنْهُ مَعَ قَوْلِهِ فِي الْقَدَرِيَّةِ: لَوْ تَرَكْنَا الرِّوَايَةَ عَنْ الْقَدَرِيَّةِ لَتَرَكْنَاهَا عَنْ أَكْثَرِ أَهْلِ الْبَصْرَةِ "اسحاق سے روایت ہے، کہ انہوں نے امام احمدؒ سے پوچھا: جو شخص کہے قرآن مخلوق ہے؟ فرمایا: اسے برے سے برے معاملے کا حقدار رکھو۔ میں نے کہا: تو کیا ان کے ساتھ اظہارِ عداوت کرے یا ان کے ساتھ مدارات؟ فرمایا: اہل خراسان کا توان کے ساتھ (ایسا کرنے کا) بس نہیں۔ امام احمدؒ سے صادر ہونے والا یہ جواب، اُدھر قدریہ کی بابت امام احمد ہی یہ فرمانے والے کہ قدریہ سے ہم اگر روایت کرنا چھوڑ دیں تو ہمیں اکثر اہل بصرہ سے روایت چھوڑنا پڑ جائے گی"۔ (مجموع الفتاویٰ ج28

(ص210)

❖ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي هِجْرَانِهِ انْزِجَارُ أَحَدٍ وَلَا انْتِهَاءُ أَحَدٍ؛ بَلْ بُطْلَانُ كَثِيرٍ مِنْ الْحَسَنَاتِ الْمَأْمُورِ بِهَا، لَمْ تَكُنْ هِجْرَةً مَأْمُورًا بِهَا كَمَا ذَكَرَهُ أَحْمَد عَنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ إذْ ذَاكَ: أَنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَقْوَوْنَ بالْجَهْمِيَّة. فَإِذَا عَجَزُوا عَنْ إظْهَارِ الْعَدَاوَةِ لَهُمْ سَقَطَ الْأَمْرُ بِفِعْلِ هَذِهِ الْحَسَنَةِ وَكَانَ مُدَارَاتُهُمْ فِيهِ دَفْعَ الضَّرَرِ عَنْ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَلَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ فِيهِ تَأْلِيفُ الْفَاجِرِ الْقَوِيِّ. وَكَذَلِكَ لَمَّا كَثُرَ الْقَدَرُ فِي أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَلَوْ تُرِكَ رِوَايَةُ الْحَدِيثِ عَنْهُمْ لَانْدَرَسَ الْعِلْمُ وَالسُّنَنُ وَالْآثَارُ الْمَحْفُوظَةُ فِيهِمْ. فَإِذَا تَعَذَّرَ إقَامَةُ الْوَاجِبَاتِ مِنْ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ وَغَيْرِ ذَلِكَ إلَّا بِمَنْ فِيهِ بِدْعَةٌ مَضَرَّتُهَا دُونَ مَضَرَّةِ تَرْكِ ذَلِكَ الْوَاجِبِ: كَانَ تَحْصِيلُ مَصْلَحَةِ الْوَاجِبِ مَعَ مَفْسَدَةٍ مَرْجُوحَةٍ مَعَهُ خَيْرًا مِنْ الْعَكْسِ. وَلِهَذَا كَانَ الْكَلَامُ فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ فِيهِ تَفْصِيلٌ" تاہم اگر (ہمارے) اس کے ساتھ قطع تعلقی کر رکھنے میں کسی کو سبق ہونے یا کسی کے باز آنے والی بات ہی نہ ہو، بلکہ الٹا (ہمارے ایسا کرنے سے) بہت سی ایسی نیکیاں موقوف ہونے لگتی ہوں جو شریعت کو مطلوب ہیں، تو ایسے میں یہ قطع تعلقی شریعت کا حکم نہ رہے گی۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے تب خراسان کے (سُنی طبقوں) کی بابت یہ ذکر کیا کہ وہ تو جہمیہ کے ساتھ ایسا کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ چنانچہ جب وہ ان کے ساتھ عداوت ظاہر کرنے سے قاصر ہوں تو اس نیکی پر عمل کرنے کا حکم ان کے حق میں ساقط ہوا۔ ہاں ان (اہل بدعت) کے ساتھ لحاظ ملاحظہ کا معاملہ کر رکھنے میں کمزور اہل ایمان سے نقصان ٹال رکھنے کی ایک صورت برقرار ہے۔ اور ممکن ہے طاقتور بدکاروں کی اس سے کچھ تالیف ہی ہو جائے۔ اسی طرح، جس وقت اہل بصرہ میں قدریہ زیادہ ہو گئے، تب اگر ان سے حدیث کی روایت ترک کر دی جاتی تو وہ سارا علم اور سنن اور آثار مٹ جاتے جو اہل بصرہ کے ہاں محفوظ چلے آتے تھے۔ چنانچہ جس وقت علم، جہاد اور اس باب کے دیگر واجباتِ شریعت کو قائم رکھنا ایسے کسی شخص/اشخاص کے بغیر ناممکن ہو جس میں پائی جانے والی بدعت کی ضرر رسانی اس واجب کو چھوڑ بیٹھنے کی ضرر رسانی سے کم ہے: تو ایسی حالت میں اُس واجب (کو قائم رکھنے) والی مصلحت روبہ عمل لانا—اُس کمتر مفسدت کے ہوتے ہوئے بھی—ایسا نہ کرنے سے بہتر ہوگا۔ یہ وجہ

ہے، اس قسم کے مسائل میں کلام کرتے ہوئے ایک تفصیل کی جاتی ہے"۔(مجموع الفتاویٰ ج28 ص212)

iii. پھر مسئلہ ایک اور بھی ہے۔ اس سختی، قطع تعلق اور اظہارِ عداوت کے سیاق میں، جو اوپر ہمارے زیر بحث آئی... "بدعت" آپ کسے کہتے ہیں؟ کیا جو شخص نماز یا اذان یا میلاد وغیرہ سے متعلقہ اعمال میں کچھ نو واردات کے اندر ملوث ہے... وہی ان بحثوں کا اصل محل ہے، جیسا کہ یہاں کے عام شخص کے ذہن میں آنے لگتا ہے؟ اعمال وغیرہ سے متعلق یہ اشیاء بھی اگرچہ "بدعت" کے تحت ذکر کر دی جاتی ہیں اور "بدعت" کے تحت ان سے تنبیہ بھی کر دی جاتی ہے... تاہم وہ سنگین مباحث جن کی طرف اوپر اشارہ ہوا، ان میں "بدعت" سے مراد اصل میں وہ بدعتی ٹولے ہوتے ہیں، جن کا جادۂ حق سے جانتے بوجھتے مفارقت کر جانا ائمۂ سنت کے ہاں معروف چلا آتا ہے۔[و "الْبِدْعَةُ " الَّتِي يُعَدُّ بِهَا الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ مَا اشْتَهَرَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالسُّنَّةِ مُخَالَفَتُهَا لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ؛ كَبِدْعَةِ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَالْمُرْجِئَةِ"اور وہ بدعت جس کی نسبت سے آدمی بدعتی گنا جاتا ہے، وہ ہے جس کا کتاب وسنت سے ٹکراؤ سنت کے اہل علم کے یہاں مشہور ہو: جیسے خوارج کی بدعت، یا روافض کی، یا قدریہ، یا مرجئہ کی" (مجموع الفتاویٰ مؤلفہ ابن تیمیہؒ ج35 ص414)]

iv. پھر تیسرا مسئلہ اس بابت یہ کہ "بدعتی" آپ کسے اور کس وقت کہیں گے؟ بے شک ایک بدعت اپنے مضمون میں ویسی ہی سنگین ہو جیسی اوپر ذکر ہوئی (مانند قدریہ، رافضہ، خوارج، وغیرہ)... لیکن کیا ہر وہ شخص جو ایک بدعتی ٹولے کے عقائد کا حامل ہوا، ہمارے یہاں بدعتی گنا جائے گا؟ یہاں وہ مشہور مبحث ہمارے پیش نظر نہیں کہ جب تک کسی آدمی کے "اصول" بدعت والے نہ ہوں تب تک بدعت پر مبنی کچھ اِکادُکا "اقوال" کا حامل شخص، باوجود ایسے بدعتی اقوال رکھنے کے، ہمارے ہاں بدعتی نہیں گنا جائے گا، بلکہ ان اقوال کے باوجود وہ ہمارے ہاں سنت کا امام تک مانا جا سکتا ہے۔ وہ مبحث اپنی جگہ حق ہے، مگر اس کا محل یہ نہیں جو اس وقت ہمارے زیر بحث ہے (اور جو کہ بعض کہنہ مشق ماہرِ گرفت اصحاب سے نوویؒ، قرطبیؒ، ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ ایسے اپنے ائمۂ اعلام کی جان بخشی کروانے کے کام آتا ہے)۔ ہم بات کر رہے ہیں ایسے شخص/اشخاص کی

جو کسی ایسے ماحول میں جہاں سنت غالب نہیں، اور جہاں "قُدوۃ" شخصیات بھاری تعداد کے اندر موجود نہیں، اور اس بات کا کوئی بہت اعلیٰ انتظام نہیں کہ آدمی پر اپنے کچھ معتقدات کا بدعت ہونا ظاہر و باہر ہو، اور اس بنا پر وہاں پائی جانے والی ایک تعداد کا اس وہم کا شکار ہونا خاصا قرینِ امکان ہو کہ وہ جن عقائد کے معتقد ہیں وہ تو اہل سنت و جماعت کے ہی معتقدات ہیں... مختصراً جہاں آدمی پر اپنے معتقدات کا "اعتقاد اھل السنۃ والجماعۃ" سے متصادم ہونا صحیح طور پر واضح نہ ہو...... کیا اس ماحول کے کچھ گرفتارِ بدعت لوگوں کے متعلق، اگرچہ وہ اسلام دشمنوں کے خلاف برسرِ جہاد کیوں نہ ہوں، اور فی زمانہ اسلام سے وفادار رہنے کے ہزار ہا جتن کیوں نہ کر رہے ہوں، اور مقدور بھر دین کی نصرت واقامت میں مصروف کیوں نہ ہوں، "بدعتی بدعتی" والی زبان رائج کرنا— اور پھر اس پر "بدعتی کے ساتھ عداوت اور مقاطعہ" سے متعلقہ وہ کچھ مخصوص فصول کتبِ عقیدہ سے نکال نکال یہاں لاگو کرنا، یہاں تک کہ کچھ ایسے اصحابِ سنت کے پیچھے پڑ جانا جو اس ماحول کے کچھ گرفتارِ بدعت مگر معاشرے میں اِس وقت اہم و موثر و مخلص طبقوں کے ساتھ مل کر دین کے کسی محاذ کا دفاع یا دین کے کسی فرض کی اقامت کرنے میں لگے ہیں... یہ سب کیا اصولِ اہل سنت کی صحیح ترجمانی ہے؟ اس کا صاف جواب: نہیں۔ ایک ایسے ماحول میں جس کا ابھی یہاں ذکر ہوا، اور خصوصاً جہاں اسلام کی پوری عمارت ہی خطرے میں ہو، اسلام کے لیے مخلص و ہمدرد طبقوں کے ساتھ، بعض معاملات میں ان کے گرفتارِ بدعت ہونے کے باوجود، مدارات اور تالیف کا انداز اختیار کرنا، ان کے خلاف نفرت انگیزی پھیلانے کی بنسبت، کہیں زیادہ اصولِ سنت کے موافق رویہ ہے۔ نیز ایک ایسے ماحول میں اللہ ورسولؐ کے ساتھ اخلاص اور وفاء نبھانے کا جذبہ رکھنے والے اُن مسلمانوں کی ناقدری کرنا یا اُن کے نیک اعمال مانند جہاد، امر بالمعروف، اقامتِ دین کی جدوجہد، وغیرہ کو 'تقریباً ضائع' جاننا، یا اُن کے ساتھ اصحابِ سنت کے تعاون اور اشتراک کو 'گناہ' باور کروانا اصولِ سنت کی بدترین ترجمانی ہوگی، اگرچہ اس میں بربہاریؒ ولالکائیؒ کے حوالے کیوں نہ ہوں۔ جبکہ اصولِ سنت کا اقتضاء ایسی صورتحال میں اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کی تفصیل ہم کسی اور وقت کر پائیں گے، جبکہ کچھ شذرات اس موضوع سے متعلق آپ کو ہماری گزشتہ تحریروں میں بھی مل سکیں گے۔

V. اس سے متصل، چوتھی بات یہ کہ: متاخرہ صدیوں میں ائمۂ سنت کے یہاں "معروف بدعتی

ٹولوں" مانند خوارج، مرجئہ، رافضہ، قدریہ کے مابین...اور اہل سنت سے نسبت رکھنے والے ان گروہوں کے مابین جو کچھ بدعتی عقائد کے معتقد ہوئے ہوں جبکہ وہ ہنوز اپنے آپ کو اہل سنت سمجھتے بلکہ "معروف بدعتی ٹولوں" مانند خوارج، معتزلہ اور روافض وغیرہ کے خلاف اہل سنت والا وہ محاذ بھی کسی نہ کسی طور سنبھالے ہوئے ہوں... ایک اچھا خاصا فرق کیا جاتا رہا ہے۔ متاخرہ ادوار میں ہند، افریقہ، ایشیائے کوچک اور یورپ میں ہونے والی امت کی بہت ساری "سُنی" فتوحات ایسے ہی لوگوں کی سرکردگی میں ہوئیں جو یہاں مذکور دوسری صنف میں شمار ہو سکتے ہوں۔ امت کے بیرونی دشمنوں—مانند اہل صلیب وتاتار وغیرہ—اور امت کے داخلی دشمنوں—مانند رافضہ وقرامطہ وغیرہ—کے حملوں اور چیرہ دستیوں کے خلاف انہی (ثانی الذکر) طبقوں کے ساتھ مل کر جو کہ متاخرہ صدیوں میں بھاری اکثریت کے اندر رہے...یعنی ان کی اصلاح کرنے اور ان کے بعض مغالطوں کا باحسن انداز رد کرنے کے ساتھ ساتھ...ان سے ایک بھرپور تعاون اور اشتراک بھی رکھا گیا، امت کے لیے ان کی قربانیوں اور کارناموں پر ان کی ستائش اور حوصلہ افزائی میں بھی کمی نہ رکھی گئی، اور ان کی نصرت وخیر خواہی میں بھی فرق نہ آنے دیا گیا، اور تالیف وشیرازہ بندی کا اسلوب بھی ان کے ساتھ ترک نہیں کیا گیا۔ اس عمل سے ہی ان گزشتہ ادوار میں امت کے دن نکل پائے۔ یہ چیز جو پچھلی بہت سی صدیوں سے ائمہٴ سنت کا دستور چلا آتا ہے، آج اس دور میں کہ جب اسلام اور اہل اسلام پر دشمن کے حملے پہلے کسی بھی دور سے بڑھ گئے ہیں، بلکہ پہلے کسی بھی دور سے زیادہ گہرے، متنوع، ترقی یافتہ اور وسیع الشکل ہو گئے ہیں...ائمہٴ سنت کا اِن مؤخرہ صدیوں میں بڑی دیر سے چلا آتا وہ دستور آج کہیں بڑھ کر لاگو رکھنے کی ضرورت ہے؛ اور "سنت و جماعت" کا یہی آج ایک شدید ترین اقتضاء۔ سنت و جماعت کے بڑے بڑے "ابواب" جہاں آندھیوں کا سامنا کر رہے ہوں اور انہیں بچانے کے چیلنج پر پورا اترنا دوبھر ہوا پڑا ہو، وہاں سنت و جماعت کی کسی ایک آدھ (اور صورتحال کے لحاظ سے قطعی غیر متعلقہ) 'فصل' میں اٹکے رہنا اور کتابیں کھول کھول اسی کے حوالے دیے چلے جانا، دورِ حاضر میں ہمارے سُنی ذہن کا ایک بڑا بحران ہے۔ فاللہُ الہادی المستعان۔